

شکوہ سے جواب کوہ



اقبالؒ

شکوہ

مع

جواب شکوہ

— (اننا) —

علامہ اقبال

میلے کا پیٹھ

مینار بک ٹرپو چارکمان حیدر آباد

ترانہ

چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے

دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا

تیغوں کے سایہ میں ہم مل کر جوائے ہیں

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذان ہماری

باطل سے دہنے والے اے آسمان نہیں ہم

اے گلستانِ اندلس و دن ہیں یا دتجھ کو

اے موجِ دجلہ تو بھی پہچانتی ہے ہم کو

اے ارضِ پاک تیری غفلت پہ کٹے ہم

سالارِ کارواں ہے میر حجازِ اپنا

اقبال کا ترانہ بانگِ درا ہے گویا

ہوتا ہے جادہ پیمیا پھر کارواں ہمارا

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

آسمان نہیں مٹانا نام و نشان ہمارا

ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

خنجرِ طلال کا ہے قومی نشان ہمارا

تھمتانہ تنہا کسی سے میل رواں ہمارا

سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

تھا تیری ڈالیوں میں جب شیاں ہمارا

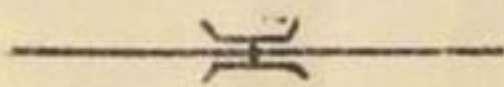
اب تک تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا

ہے خون تیری رگوں میں لبتک واں ہمارا

اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شکوہ



کیوں نہ پاں کار بنوں سودا فراموش ہوں فکر فردانہ کروں محو غم دوش رہوں
 نالے بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش ہوں ہمنوا میں بھی کوئی گل ہوں خاموش ہوں
 جرات آمیز میری تابِ سخن ہے مجھ کو
 شکوہ اللہ سے خاکم بدہن ہے مجھ کو

ہے بجاشیوہ تعلیم میں شہور ہیں ہم قصہ درو سناتے ہیں کہ مجبور ہیں ہم
 ساز خاموش ہیں فریاد سے معمور ہیں ہم نالہ آتنا ہے اگر لب پہ تو معذور ہیں ہم
 اے خدا شکوہ اربابِ وفا بھی سن لے
 خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

تھی تو موجود ازکسی ہی تری ذاتِ قدیم بھول تھا زیب چمن پر نہ پریشان تھی نسیم
شرط انصاف ہے اے خدا الطافِ عظیم بوائے گل پھلتی کس طرح جو ہوتی نہ نسیم

ہم کو جمعیتِ خاطر یہ پریشانی تھی
ورنہ اُمّت ترے محبوب کی دیوانی تھی

ہم سے پہلے تھا عجیب ترے جہاں کا منظر کہیں مسجود تھے پتھر کہیں معبود شجر
خوگر بیکر محسوس تھی انسان کی نظر مانتا پھر کوئی اُن دیکھے خدا کو کیونکر

تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام تیرا؟

قوتِ بازوئے مسلم نے کیا کام تیرا؟

بس رہے تھے ہمیں سلجوق بھی تورانی بھی اہل چین چین میں ایران میں ساسانی بھی
اسی مسمور میں آباد تھے یونانی بھی اسی دنیا میں یہودی بھی تھے نصرانی بھی

پھر ترے نام پہ تلوار اٹھائی کس نے؟

بات جو بگڑی ہوئی تھی وہ بنائی کس نے؟

تھے ہمیں ایک ترے موکر آراؤں میں خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں کبھی آفریقہ کے پتے ہوئے صحراؤں میں

شان آنکھوں میں نہ جیتی تھی جہانداروں کی

کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

ہم جو جیتے تھے جنگوں کی مصیبت کیلئے اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کیلئے

تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کیلئے سر بکف پھرتے تھے کیا دہریہ دولت کیلئے

قوم اپنی جو زرو مال جہاں پر مرتی !

بت فروش کی عوض بٹشکنی کیوں کرتی !

مل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں لڑ جاتے تھے پاؤں شیشوں کے بھی میدان سے اکھڑ جاتے تھے

تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے تیغ کیا چیز ہے ہم تو پ سے لڑ جاتے تھے

نقش توحید کا ہر دل میں بیٹھا یا ہم نے

زیر خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

تو ہی کہہ دے کہ گھار درخیز کس نے؟ شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے؟

توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے؟ کاٹ کر رکھ دیئے کفار کے لشکر کس نے؟

کس نے ٹھنڈا کیا آتشکدہ ایران کو

کس نے پھر زندہ کیا تذکرہ یزداں کو

کوئی قوم فقط تیری طلبگار ہوئی اور تیرے لئے زحمت کش پیکار ہوئی
 کس کی شمشیر جہاں گیر جہاں دار ہوئی کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی
 کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے

منہ کے بل گر گئے تھے واللہ احد کہتے تھے

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
 ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود آیا نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
 بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے

تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

محفل کون و مکاں میں سحر و شام پھرے مئے توحید کو لیکر صفت جام پھرے
 کوہ میں دشت میں لیکر تیرا پیغام پھرے اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے
 دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوٹے ہم نے
 سحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

صفیہ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے نوع انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے
 تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے

پھر بھی ہم سے یہ گلا ہے کہ وفادار نہیں

ہم وفادار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں

امیتیں اور بھی ہیں ان میں گنہگار بھی ہیں عجز والے بھی ہیں سرت اور منے پندار بھی ہیں

انہیں کامل بھی ہیں غافل بھی ہیں پیثار بھی ہیں سینکڑوں ہیں کہ تیرے نام سے بیزار بھی ہیں

گمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر

برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

بت صنم خانوں میں کہتے ہیں سلمان گئے ہے خوشی ان کو کہ کعبے کے نگہباں گئے

منزل دہر سے اونٹوں کے ہڈی خواں گئے اپنی بغلوں میں دبا کے ہو قرآن گئے

خندہ زن کفر ہے احساس تجھے ہے کہ نہیں

اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں

یہ شکایت نہیں ہیں ان کے خزانے معذور نہیں محفل میں جنہیں بات بھی کرنے کا شعور

قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملے حور و قصور اور بیچالے مسلمان کو فقط وعدہ حور

اب وہ الطاف نہیں ہم پہ عنایات نہیں

بات کیا ہے کہ وہ پہلی سی مارات نہیں

کیوں مسلمانوں میں ہے دولتِ دنیا نایاب تیری قدر تو ہے وہ جسکی نہ حد ہے نہ حساب
 تو جو چاہے تو اٹھے سینہ صحرائے حباب رہرودشت ہو سیلی زردہ موجِ سراب
 طعنِ اغیار ہے، رسوائی ہے ناداری ہے!

کیا تیرے نام پہ مرنے کا عوض خواری ہے!
 بنی اغیار کی اب چاہنے والی دنیا رہ گئی اپنے اپنے ایک خیالی دنیا
 ہم تو رخصت ہوئے اوروں نے سنھالی دنیا پھر نہ کہنا ہوئی توحید سے خالی دنیا
 ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں تیرا نام رہے!
 کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے!

تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے
 دل تجھے دے بھی گئے اپنا صلہ لے بھی گئے اکے سیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے
 آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر
 اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبائے کر

دردِ لیلیٰ بھی وہی قیس کا پہلو بھی وہی بخد کے دشت و جبل میں رحم آہو بھی وہی
 عشق کا دل بھی وہی حسن کا جادو بھی وہی امتِ احمد مرسل بھی وہی، تو بھی وہی

پھر یہ آرزو گئی غیر سبب کیا معنی
اپنے شدید اؤں پہ یہ چشم غضب کیا معنی

تجہ کو چھوڑا کہ رسولِ عربی کو چھوڑا
عشق کو عشق کی آشفہ سری کو چھوڑا
بت گری پیشہ کیا بت شکنی کو چھوڑا
سیم سلمان و ادیس قرتی کو چھوڑا

آگ تبکیر کی سینوں میں ادبی رکھتے ہیں
زندگی مثل بلالِ حبشی رکھتے ہیں

عشق کی خیر وہ پہلی سی ادا بھی نہ تھی
مضطرب دلِ صفتِ قبلہ نام بھی نہ تھی
جادہ پیما فی تسلیم و رضا بھی نہ تھی
اور پابندیِ آئین و فاقہ بھی نہ تھی

کبھی ہم سے کبھی غیروں سے شناسائی ہے
بات کہنے کی نہیں تو بھی تو ہر جانی ہے

سرفاراں پہ کیا دین کو کامل تو نے
آتش اندوز کیا عشق کا حامل تو نے
ایک اشارہ میں ہزاروں کیلے دل تو نے
بھونکدی گرمی رخسار سے محفل تو نے

آج کیوں سینے ہمارے شرر آباد نہیں؟
ہم وہی سوختہ سامان ہیں تجھے یاد نہیں؟

وادی سجد میں وہ شور سلاسل نہ رہا قیس دیوانہ تفرہ محفل نہ رہا

حوصلے وہ نہ رہے ہم نہ لہے ل نہ رہا گھریہ اجر ہے کہ تو رونق محفل نہ رہا

اے خوش آن روز کہ آئی و بصر ناز آئی

بے حجابانہ سوئے محفل ماباز آئی

بادکش غیر ہیں گلشن میں لب جو بیٹھے سنتے ہیں جام کیف نغمہ کو کو بیٹھے

دور منہ کا مٹہ گلزار سے یک سو بیٹھے تیرے دیوانے بھی ہیں منتظر ہو بیٹھے

اپنے پروانوں کو پھر ذوق خود افزائی دے

برق دیرینہ کو فرمان جگر سوزی دے

قوم آوارہ عناں تابے پھر سو حجاز لے اڑا بیل بے پر کو مذاق پر داز

مضطرب یاغ کے ہر غیمہ میں ہے بے نیا تو ذرا چھوڑ تو دے تشنہ مضارب ساز

نغمے بیتاب ہیں تاروں سے نکلنے کیلئے

طور مضطر ہے اسی آگ میں جلنے کے لئے

مشکلیں امت مرحومہ کی آساں کر دے مورے پایہ کو سہو نشیں سیماں کر دے

جنس نایاب محبت کو پھر ارزان کر دے ہند کے دیر نشینوں کو مسماں کر دے

جوئے خوں می چکد از حسرتِ دیرینہ ما

می تپد نالہ بہ نشتر کدہ سینہ ما

بوئے گل لے گئی بیرون چمن راز چمن کیا قیامت کی کہ خود بھول ہیں غماز چمن

عہد گل ختم ہوا ٹوٹ گیا ساز چمن اٹکے ڈالیوں سے زمرہ پر راز چمن

ایک بلبل ہے کہ ہے محو ترنم اب تک

اس کے سینے میں چنانچہ نغموں کا تلاطم اب تک

قمریاں شاخِ صنوبر سے گریزاں بھی ہوئیں پتیاں بھول کی جھڑ جھڑ کے پشیاں بھی ہوئیں

وہ پرانی روشیں بلغ کی ویراں بھی ہوئیں ڈالیاں سپرین برگ کی عریاں بھی ہوئیں

قیدِ موسم سے طبیعت رہی آزاد اس کی

کاش گلشن میں سمجھتا کوئی فریاد اس کی

لطف مرنے میں ہے باقی نہ مزا جینے میں کچھ مزا ہے تو یہی خونِ جگر پینے میں

کتے بدیتاب ہیں جو ہر میر کائنات میں کس قدر جلوے تر پیتے ہیں مگر سیتے میں

اس گلستاں میں مگر دیکھنے والے ہی نہیں

داغ جو سینے میں رکھتے ہیں وہ لالے ہی نہیں

چاک اس بیل تنہا کی تو اسے دل ہوں جاگنے والے اسی بانگِ راسے دل ہوں
یعنی پھر زندہ نئے عہدِ فاسے دل ہوں پھر اسی بادۂ دیرینہ کے پیاسے دل ہوں

عجی خم ہے تو کیا! مٹے تو حجازی ہے مری
نغمہ مہندی ہے تو کیا! لے تو حجازی ہے مری



044561

جوابِ شکوہ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے
قدسی الاصل ہے لغت پہ نظر رکھتی ہے خاک سے اٹھتی ہے گردن پہ نظر رکھتی ہے

عشق تھا فتنہ گرد سرکش و چالاک مرا

آسماں پھر گیا نالہ بے باک مرا

پیر گردوں نے کہا سنکے کہیں ہے کوئی یوے سیالے سر عرش بریں ہے کوئی

چاند کہتا تھا نہیں اہل زمین ہے کوئی کہکشاں کہتی تھی پوشیدہ یہیں ہے کوئی

کچھ جو سمجھا مرے شکوے کو تو رضواں سمجھا

مجھ کو جنت سے نکالا ہوا انسان سمجھا

تھی فرشتوں کو یہ حیرت کہ یہ آواز ہے کیا
 عرش الون بھی کھلتا نہیں یہ آواز ہے کیا
 تاسر عرش بھی انساں کی نگاہ تازہ ہے کیا
 آگئی خاک کی چٹکی کو بھی پرواز ہے کیا

غافل آداب سے مسکانِ زمیں کیسے ہیں!

شوخ و گستاخ یہ پستی کے ملک کیسے ہیں

اس قدر شوخ کہ اللہ سے بھی برہم ہے
 تھا جو سجود ملائک یہ وہی آدم ہے
 عالم کیف ہے دانائے رموز کم ہے
 ہاں مگر عجز کے اسرار سے ناخرم ہے

ناز ہے طاقتِ گفتار پہ انسان کو

بات کرنے کا سلیقہ ہمیں نادانوں کو

آئی آواز غم انگیز ہے افسانہ ترا
 اشکِ بقیاب سے بہرِ زہے پیمانہ ترا
 آسمان گیر ہوا نعرہ مستانہ ترا
 کس قدر شوخ زبانِ دل دیوانہ ترا

شکر شکوے کو کیا حسنِ ادا سے تولیے

ہم سخن کر دیا سب دلوں کو خدا سے تولیے

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
 راہ دکھلائیں کسے؟ مہر و منزل ہی نہیں
 تزیینتِ عام تو ہے جو ہر قابل ہی نہیں
 جس تعمیرِ ہوا دم کی یہ وہ گل ہی نہیں

کوئی قابل ہو تو ہم شان نئی دیتے ہیں

دھونڈھنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں

بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہتے کر ہیں تھا ابراہیم پدر اور پسر آذر ہیں

بادہ آشام نئے بادہ نیا خم بھجنے

حرم کعبہ نیا بت بھجنے تم بھجنے

وہ بھی دن تھے کہ یہی مایہ رعنائی تھا نازش موسم گل لالہ صحرائی تھا

جو مسلمان تھا اللہ کا سودائی تھا کبھی محبوب تمہارا یہی ہر جانی تھا

کسی یکجائی سے اب عہد غلامی کر لو

ملت احمد مرسل کو مقامی کر لو

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے ہم سے کبھی یاد ہو؟ ہاں غنیمتیں پیاری تھیں

طبع آزاد پہ قید رمضان بھاری ہے تمہیں کبھی یاد ہو؟ آئین وفاداری ہے

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں

مذہب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو
 نہیں جس قوم کو بدوائے دشمن تم ہو !
 بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرم تم ہو
 بیچ کھاتے ہیں جو اسلام کے مدفن تم ہو
 ہونکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
 کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے
 صفحہ دھڑ سے باطل کو مٹایا کس نے
 نوع انسان کو غلامی چھڑایا کس نے
 میرے کعبہ کو جینوں سے بسایا کس نے
 میرے قرآن کو سینے سے لگایا کس نے
 تھے تو آباؤہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
 ہاتھ پیر ہاتھ دھڑے منتظر فردا ہو
 کیا کہا بہر مسلمان ہے فقط وعدہ تور
 عدل ہے خاطر ہستی کا ازل سے دستور
 شکر وہ بیجا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور
 مسلم آئین ہوا کافر تو ملے تور و قصور
 تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں
 جلوہ طور تو موجود ہے موسیٰ ہی نہیں
 منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
 ایک ہے سب کا بنیادین بھی ایسا بھی ایک
 حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
 کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں

کیا زمانہ میں پینے کی یہی باتیں ہیں

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختار؟ مصلحتِ وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟

کس کی آنکھوں میں یہ ہے شعارِ اغیار؟ ہو گئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بنی ار؟

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں

کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

جاگے ہوتے ہیں مساجد میں صفِ آرا تو غریب زحماتیں روزِ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب

نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب

اعزاءِ نشہ دولت میں ہیں غافل ہم سے

زندہ ہے ملت بیضا غریبا کے دم سے !

واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی برقِ طبعی نہ رہی شعلہٴ مقلالی نہ رہی

رہ گئی رسمِ ازاں روحِ بلالی نہ رہی فلسفہٴ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلمان نابود ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تہذیب میں ہنود یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے تہذیب میں ہنود

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو

تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

دم تقریر تھی مسلم کی صداقت بیباک عدل اس کا تھا قوی لوث مراعات سے پاک
شجر فطرت مسلم تھا حیا سے منہاں تھا شجاعت میں وہ اک مستی فوق الادراک

خود گدازی نہ کیفیت صہبائش بود

خالی از خویش شدن صورت بینائش بود

ہر مسلمان رگ باطل کے لئے نشتر تھا اس کے آئینہ ہستی میں عمل جو ہر تھا
جو بھروسہ تھا اسے قوت بازو پر تھا ہے تمہیں موت کا ڈر اس کو خدا کا ڈر تھا

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر از بر ہو

پھر پسر قابل میراث پدر کیونکر ہو

ہر کوئی مست مئے ذوق تن آسانی ہے تم مسلمان ہو؟ یہ انداز مسلمانوں کا ہے
حیدری فخر ہے نے دولت عثمانی ہے تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

تم ہوا پس میں غضبناک وہ آپس میں حیم تم خطا کار و خطا میں و خطا پوش و کریم
چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرتے قلبِ سلیم
تختِ مغفور بھی ان کا تھا سریر کئے بھی
یوں ہی باتیں ہیں کہ تم میں وہ حمیت بھی

خود کشی شیوہ تمہارا وہ غیور و خود دار تم اخوت سے گر بزاں وہ اخوت پہ نثار
تم ہو گفتار سراپا وہ سراپا کر دار تم ترستے ہو گلی کو وہ گلستاں بکنار
اب ملک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی
نقش ہے صفحہ ہستی پہ صداقت ان کی

مثلِ انجم افقِ قوم پہ روشن بھی ہوئے بُت ہندی کی محبت میں برہمن بھی ہوئے
شوقِ پرواز ہیں مہجورِ شمین بھی ہوئے بے عمل تھے ہی جواں دینِ بدظن بھی ہوئے

ان کو تہذیب نے ہر بند سے آزاد کیا
لاکے کعبے سے صنم خانہ میں آباد کیا

قیس ز حمت کش تنہائی صحرا نہ رہے شہر کی کھائے ہوا باد یہ پیمانہ رہے
وہ تو دیوانہ ہے بستی میں رہے یا نہ رہے یہ ضروری ہے حجاب رخ لیلیٰ نہ رہے

گلہ جو رہ نہ ہو شکوہ بیدار نہ ہو

عشق آزاد ہے کیوں حسن بھی آزاد نہ ہو

عہد نو برق ہے آتش زین ہر خرمین ہے ایمن اس سے کوئی صحرا نہ کوئی گلشن ہے
اس نئی آگ کا اقوام کہن ایندھن ہے ملت ختم رسل شعلہ بہ پیراہن ہے

آج بھی ہو جو ابراہیمؑ کا ایمان پیدا

آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

دیکھ کر رنگ چین ہونہ پریشاں مالی کو کب غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی

خس فاشک سے ہوتا ہے گلستاں خالی گل بر انداز ہے خون شہداء کی لالی

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے

یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابانی ہے

امتیں گلشن ہستی میں شمر چیدہ بھی ہیں اور محروم شمر بھی ہیں خزاں دید بھی ہیں

سینکڑوں نخل ہیں کاہیدہ بھی بالیرہ بھی ہیں سینکڑوں بطون چین میں بھی پوشیدہ بھی ہیں

نخل اسلام نمونہ ہے برومندی کا

پھل ہے یہ سینکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا

پاک ہے گردِ وطن سے نیرِ داماں تیرا تو وہ یوسف ہیکہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا
قافلہ ہونہ سکے گا کبھی ویراں تیرا غیر یک بانگ دریا کچھ نہیں ساماں تیرا

نخل شمع ہستی و در شمعہ و در ریشہ تو

عاقبت سوز بود سایہ اندیشہ تو

تو نہ مٹ جائیگا امیرانِ کٹ جانے سے نشہ منے کو تعلق نہیں پیمانے سے
ہے عیاں یورشِ آتا مار کے افسانے سے پاسباں مل گئے کعبے کو منہم خانے سے

کشتیِ حق کا زمانہ میں سہارا تو ہے

عصرِ نو، رات ہے دھندلا سا ستارا تو ہے

ہے جو ہنگامہ بپا یورشِ بلغاری کا غافلوں کیلئے پیغام ہے بیداری کا
تو سمجھتا ہے یہ ساماں ہے دلِ آزاری کا امتحان ہے ترے ایشار کا خود داری کا

کیوں ہراساں ہے صہیلِ فرسِ اعدا سے

نورِ حق بجھ نہ سکے گا نفسِ اعدا سے

چشم اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری ہے ابھی محفل ہستی کو ضرورت تیری

زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری کو کب قیمت امکاں کے خلافت تیری

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے

نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

مثل بوقید ہے غنیمت میں پریشاں ہو جا رختِ بردوش ہوائے چنتاں ہو جا

ہے تنک مایہ تو ذرے سے بیاباں ہو جا نغمہ موج سے ہنگامہ طوفاں ہو جا

قوتِ عشق سے ہر پیت کو بالا کر دے

دہر میں اسلم محمد سے اُجالا کر دے

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو چین دہر میں کلیوں کا تسیم بھی نہ ہو

یہ نہ ساقی ہو تو پھر مئے بھی نہو خم بھی نہو بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے

نبض ہستی تیش آمادہ اسی نام سے ہے

درخت میں دامن کہسار میں میدا نہیں ہے بحر میں موج کی آغوش میں طوفاں میں ہے

چین کے شہرِ مرآش کے بیابان میں ہے اور پوشیدہ مسلمان کے ایماں میں ہے

چشم اقوام یہ نظر ابد تک دیکھے

رفعت شان رفعتا لك ذكرك دیکھے

مردم چشم زمیں یعنی وہ کالی دنیا وہ تمہارے شہد پالنے والی دنیا

گرچی فہر کی پرور وہ ہلا لی دنیا عشق والے جسے کہتے ہیں ہلا لی دنیا

پیش اندوز ہے اس نام سے پار کی طرح

غوطہ زن نور میں ہے آنکھ کے تائے کدح

عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تیری میرے درویش خلافت ہے جہانگیر تیری

ما سوا اللہ کے لئے آگ ہے تکبیر تیری تو مسلمان ہو تو تقدیر ہے تدبیر تیری

کی محمّد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا! نوح و قلم تیرے ہیں

م م م

حضور رسالت مآب میں

گراں جو مجھ پہ یہ ہنگامہ زمانہ ہوا جہاں سے باندھ کے رختِ سفر روانہ ہوا
 قیودِ شام و سحر میں بسر تو کی لیکن نظام کہنہ عالم سے آشنا نہ ہوا
 فرشتے بزم رسالت میں لے گئے مجھ کو
 حضور آیہ رحمت میں لے گئے مجھ کو

کہا حضور نے اے عنزیبِ باغِ حجاز کلی کلی ہے تری گرمی نوا سے گداز
 ہمیشہ تر خوش جام و لاپے دل تیرا فتادگی سے تری غیرتِ سبجود و نیاز
 اڑا جو پستی دنیا سے تو سوئے گردوں سکھائی تجھ کو ملائکہ نے رفعتِ پرواز
 نکل کے باغِ جہاں سے بزمِ بؤ آیا ...

ہمارے واسطے کیا تحفہ لے کے جو آیا !

حضور دہر میں آسودگی نہیں ملتی تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
 ہزاروں لالہ و گل ہیں ریاضِ ہستی میں وفا کی جس میں ہو بودہ کلی نہیں ملتی
 مگر میں نذر کو ایک بگینہ لایا ہوں جو چیز اس میں جنت میں بھی نہیں ملتی
 جھلکتی ہے تری اُمت کی آبرو اس میں

طرا بلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

مینار یک ڈپو کی خاص مطبوعات

نورانی درہ نور و نور
میں ہے وہ نورانی درہ نور و نور
میں ہے وہ نورانی درہ نور و نور

لکھنؤ میں
میں ہے وہ نورانی درہ نور و نور
میں ہے وہ نورانی درہ نور و نور

دیوانِ گلشن
میں ہے وہ نورانی درہ نور و نور
میں ہے وہ نورانی درہ نور و نور

اقوالِ زردین

مینارِ اردو
میں ہے وہ نورانی درہ نور و نور
میں ہے وہ نورانی درہ نور و نور

خطِ حرمینِ امین

نیک مسلمان بیباں

میں مسلمانوں کے
میں ہے وہ نورانی درہ نور و نور
میں ہے وہ نورانی درہ نور و نور

رقعاتِ عنایتِ فی
میں ہے وہ نورانی درہ نور و نور
میں ہے وہ نورانی درہ نور و نور

پہلیں
میں ہے وہ نورانی درہ نور و نور
میں ہے وہ نورانی درہ نور و نور

مقدس امین

پارہ عم
میں ہے وہ نورانی درہ نور و نور
میں ہے وہ نورانی درہ نور و نور

جلدِ محمدی

مینار یک ڈپو - چار کمان - حیدر آباد قندھار